ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) للرازی کا منہج واسلوب: تحقیقی مطالعہ

The methodology and Style of Mafatih ul Ghaib (Tafsir Kabir) by Razi: A Research Review

(i) Hamza shuaib
M. Phil, Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Centre University of the Punjab Lahore Pakistan
(ii) Dr. Hafiz Abdul Basit Khan,
Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre University of the Punjab Lahore Pakistan

Abstract

From the early period of Islam to this day, thousands of scholars and interpreters have written the Tafasir for the exposition of the holy Quran. "Mafatih ul Ghaib" also known as "Tafsir Kabir" is one of them which is written by Muhammad Bin Umar Al Razi, the leader of interpreters. In the style of expressing and the good arrangement, this Tafsir is a distinct to his contemporary and subsequent written Tafasir. In this Tafsir, islamic Beliefs and commandments are explained with narrative as well as logical arguments. This holds the position of being an origin and source for all the Tafasir written afterwards. Hardly, there would be a book written on the pattern of Ahlus Sunnah and still not referred to Tafsir Kabir.

Every interpreter has his own methodology and for learning in its true spirit, it requires comprehending his methodology. Keeping the importance of "Tafsir Kabir" in view, A research review of Imam Razi's methodology in Tafsir have been presented in the following article.

Keywords: *Imam razi, Mafatih ul Ghaib, Tafsir Kabir, methodology.*

تعارف موضوع

قرون اولیٰ سے دور حاضر تک ہزاروں علما اور مفسرین نے قرآن مجید کے معانی و مفہوم کی وضاحت کے لیے تفاسیر لکھی ہیں۔ انہی میں سے ایک مشہور تفسیر "مفاتیح الغیب" ہے جو کہ "تفسیر کبیر" کے نام سے جانی جاتی ہے جو کہ امام المفسرین محمد بن عمر الرازی کی تصنیف ہے۔ تفسیر کبیر حسن ترتیب اور انداز بیان میں اپنی ہم عصر اور مابعد اکثر تفاسیر سے ممتاز ہے جس میں اسلامی عقائد و احکامات کو نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ بالخصوص عقلی دلائل و حکمتوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر کبیر کو یہ مقام حاصل ہوا کہ مابعد تقریباً تمام تفاسیر کے لیے مرجع و ماخذ ٹھہری۔ شاید ہی کوئی ایسی تفسیر ہو جو اہل سنت و جماعت کے منہج پر لکھی گئ ہو اور اس میں تفسیر کبیر سے خوشہ چینی نہ کی ہو۔

ہر تفسیر میں مصنف کا اپنا منہج ہوتا ہے، جسے معلوم کیے بغیر اس تفسیر سے استفادہ کرنا صحیح معنوں میں مشکل ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر کی اہمیت کے پیش نظر زیر نظر مقالہ میں آپ کے حالات زندگی اور آپ کے تفسیری منہج کو تحقیقی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

امام رازی کے حالات زندگی:

نام:

محمد بن ضیاء الدین عمر بن حسین بن علی

القاب:

امام[1]، امام المفسرین، امام المتکلمین[2]، شیخ الاسلام[3]، سلطان المتکلمین[4]، فخر الدین[5]، امام الدین[6]، جامع بین المعقول والمنقول[7]، طبرستانی[8]، الرازی[9]

ذات/نسب:

آپ عربی النسل ہیں[10]۔آپ کا نسب قبیلہ قریش کی شاخ **التیم** کے ساتھ ملتا ہے[11]۔آپ حضرت **ابو بکر صدیق** رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

کنیت:

ابو عبداللہ[12]، ابن خطیب الرئے[13]، ابو الفضل[14]، ابو المعالی[15]، ابو الفتح[16]

متخصص:

مفسر، متکلم، فقیہ، طبیب، فلسفی، اصولی (اصول فقہ واصول حدیث)، نحوی، محدث، لغوی، مؤرخ

پیدائش:

امام رازی پانچ سو چوالیس ہجری (544ھ)[17] میں ماہ رمضان[18] کی پچیس تاریخ (25)[19] کو رئے (تہران، ایران) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تعلم:

امام کے والد "**ابو القاسم ضیاء الدین عمر**" بھی ایک پختہ عالم دین، متکلم، فقیہ، اصولی، صوفی، محدث، مصنف[20]، مدرس، اعلی درجے کے ادیب[21] اور مشہور خطیب تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی۔559ھ میں ان کی وفات کے بعد **کمال سمنانی** سے فقہ اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں مہارت حاصل کر لی[22]۔پھر انہوں نے **علم حکمت** کی طرف توجہ دی اور "رے" میں **مجد جیلی** سے علم کلام، علم حکمت اور ساتھ ساتھ بہت سے علوم کی تکمیل کی حتی کہ ان کے علم حاصل کرنے کے لئے **مراغہ** تک کا سفر کیا۔[23]

امام کو اپنی حیات میں ہی اہل علم اور عوام میں بڑی قدر و منزلت حاصل ہو گئی تھی۔ان کا چرچا سن کر ہر شہر اور ملک کے عوام تو عوام علما حاضر ہو کر علمی فیض حاصل کرتے اور ان کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے لگے۔[24]اسی طرح آپ کی زندگی میں ہی آپ کی کتب مشہور ہو چکی تھیں۔

علوم و معارف:

امام علوم لغت، فقہ، منطق اور مذاہب کلامیہ (اعتقادی مذاہب) کے جاننے میں اپنے زمانے کے افضل ترین علماء میں سے تھے۔ نحو، طب، حکمت اور فلسفہ میں اپنے دور کے منتخب ترین علماء میں سے تھے۔ان کے علم و فضل کا شہرہ دور دراز تک پہنچا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

مسلک ومشرب:

امام رازی فقہی اعتبار سے **امام شافعی** کے مقلد تھے۔ امام شافعی سے انہیں خاص قلبی لگاؤ تھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امام شافعی کے حالات وفضائل پر ایک مفصل کتاب ''مناقب الشافعی'' بھی لکھی۔

آپ عقیدے کے اعتبار سے **امام اشعری** رحمہ اللہ کے پیروکار تھے اور دیگر کلامی فرقوں خصوصاً معتزلہ اور کرامیہ کے سخت خلاف تھے۔ اکثر عقائد میں اشاعرہ کے نظریات رکھتے تھے البتہ کہیں کہیں اجتہاداً اپنا جدا موقف بھی رکھتے تھے اور اسے کھل کر بیان کرتے تھے۔ آپ میں محبت اہل بیت کا رنگ نمایاں تھا۔ آپ اپنی کتب میں اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ذکر نہایت خوبصورت الفاظ میں کرتے ہیں اور ائمہ اہل بیت کے ساتھ اکثر اوقات ''علیہ السلام''[25] کا استعمال کرتے ہیں۔

تصانیف:

امام نے مختلف موضوعات پر بے شمار کتب لکھی ہیں۔ طہ جابر العلوانی نے اپنی کتاب امام فخر الدین رازی و مصنفاته میں حروف معجم کی ترتیب پر **تقریباً 12 صفحات میں امام کی 229 تصانیف** کے فقط نام ذکر کئے ہیں۔ اور یہ وہ نام ہیں جو انہیں مل سکے یا جنہیں تاریخ محفوظ رکھ سکی۔[26]

وفات:

سن 606ھ، یکم شوال، بروز پیر، عید الفطر کے دن اپنی عمر کے تریسٹھویں سال (63) امام کا وصال ہوا[27]۔

امام کے متعلق اہل علم کی آراء واقوال:

امام کا اکابر مفسرین اور مسلمانوں کے جلیل القدر علماء میں انتہائی بلند وبالا مقام تھا اس لیے بڑے بڑے علماء نے ان کا تذکرہ لکھا۔ مفسرین کے تذکرہ نگاروں نے ان کا تذکرہ لکھا، اطباء اور فقہاء کے تذکرہ نویسوں نے ان کا تذکرہ لکھا، چونکہ وہ فقیہ بھی تھے، اصولی بھی تھے، متکلم بھی، حکیم وفلسفی بھی، مفسر بھی اور طبیب (ڈاکٹر) بھی تھے، اس لیے ہر طبقے نے ان کا شایان شان تذکرہ کیا؛ حتی کہ مفسرین اور متکلمین واصولیین نے آپ کو مطلقاً **"امام"** کا لقب عطا کیا۔ کئی جلیل القدر علما نے آپ کو **"اپنی صدی کا مجدد"** قرار دیا ہے۔ **امام سبکی رحمہ اللہ** امام کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

'' إمام المتكلمين ذو الباع الواسع في تعليق العلوم والاجتماع بالشاسع من حقائق المنطوق والمفهوم والارتفاع قدرا على الرفاق وهل يجري من الأقدار إلا الأمر المحتوم بحر ليس للبحر ما عنده من الجواهر وحبر سما على السماء وأين للسماء مثل ما له من الزواهر وروضة علم تستقل الرياض نفسها أن تحاكي ما لديه من الأزاهر ''[28]

التفسیر الکبیر کا تعارف:

اس تفسیر کا اصل نام'' مفاتیح الغیب''[29] ہے جو کہ **"التفسیر الکبیر"** کے نام سے مشہور ہے۔[30]

وجہ تصنیف:

کتاب کے آغاز میں اپنی تفسیر کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے امام لکھتے ہیں: **"ایک دفعہ میں نے یہ کہہ دیا کہ اس سورۃ کریمہ (**

سورہ فاتحہ) کے فوائد اور نفائس سے دس ہزار مسائل استنباط کیے جاسکتے ہیں۔ کچھ حاسدین، جاہلین اور معاندین نے اس بات کو بعید از قیاس سمجھا۔ جب میں نے اس کتاب کی تصنیف کا آغاز کیا تو میں نے یہ مقدمہ پیش کیا تاکہ قارئین کو باور کروایا جاسکے کہ میں نے جو دعویٰ کیا تھا اسے پورا کرنا ممکن ہے اور اس تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔"[31]

تفسیر کبیر کے بعد والی تفاسیر پر اثرات:

تفسیر کبیر کو یہ مقام حاصل ہوا کہ مابعد تقریباً تمام تفاسیر کے لیے مرجع و ماخذ ٹھہری۔ شاید ہی کوئی ایسی تفسیر ہو جو اہل سنت و جماعت کے منہج پر لکھی گئی ہو اور اس میں تفسیر کبیر سے خوشہ چینی نہ کی ہو۔ اگر مابعد تفاسیر میں تفسیر کبیر کی عبارات کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

تفسیر کبیر کا منہج و اسلوب

(1) لغوی ابحاث اور ان سے تفسیری نکات کا استنباط:

قرآن پاک کے الفاظ کے معنی و مفہوم کی وضاحت اور تشریح کے لئے لغوی معنی کا جاننا بہت ضروری ہے۔ تفسیر کبیر میں امام بھی کئی مقامات پر لغوی بحث شامل کرتے ہیں اور ان سے تفسیری نکات اخذ کرتے ہیں؛ البتہ بعض مقامات پر ائمہ لغت سے اختلافی رائے بھی رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر آیت: ''کان له ثمر ''[32] کے لغوی معنی کی وضاحت کے لئے لکھتے ہیں:

'' ذكر أهل اللغة: أنه بالضم أنواع الأموال من الذهب والفضة وغيرهما، وبالفتح حمل الشجر قال قطرب: كان أبو عمرو بن العلاء يقول: الثمر المال والولد ''[33]

جہاں کہیں ائمہ لغت میں اختلاف ہو وہاں تفصیلی مؤقف بھی بمع حوالہ نقل کرتے ہیں اور فقط اقوال جمع کرنے کی بجائے کسی ایک کو ترجیح بھی دیتے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے:

'' اختلفوا على ثلاثة أقوال فالأول: أن القرء هو الاجتماع، ثم في وقت الحيض يجتمع الدم في الرحم، وفي وقت الطهر يجتمع الدم في البدن، وهو قول الأصمعي والأخفش والفراء والكسائي.والقول الثاني: وهو قول أبي عبيد: أنه عبارة عن الانتقال من حالة إلى حالة.والقول الثالث: وهو قول أبي عمرو بن العلاء: أن القرء هو الوقت-- وإذا ثبت أن القرء هو الوقت ''[34]

(2) لغت اور آثار میں اختلاف کی صورت میں ترجیح:

اگر قرآن پاک کے کسی لفظ کے معنی کی تعیین میں ائمہ لغت اور محدثین و مفسرین میں اختلاف ہو تو محدثین و مفسرین کی آرا کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض ائمہ لغت کے نزدیک لفظ ''قروء'' سے مراد ''وقت'' ہے تو جب حیض کا وقت آئے گا تو ایک قرء شمار ہوگا، اس کے بعد جب طہر آئے گا تو دوسرا قرء شمار ہوگا؛ لیکن امام فرماتے ہیں کہ علما کے مطابق یہاں دونوں جنسیں نہیں بلکہ کوئی ایک جنس مراد ہے لہٰذا اسی کو ترجیح ہوگی اور طہر اور حیض کو دو ''قروء'' شمار کرنے کی بجائے ایک ہی شمار کیا جائے گا۔[35]

(3) معنی کی تعیین کے لئے شاعری سے استشہاد:

تفسیر کبیر میں جا بجا لغوی اور بلاغی استنباطات کے لئے شاعری سے بھی استشہاد کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا آیت کے لغوی معنی کی مزید وضاحت کے لئے لکھتے ہیں:

'' قال قطرب: كان أبو عمرو بن العلاء يقول: الثمر المال والولد، وأنشد للحارث بن كلدة:

ولقد رأيت معاشرا ... قد أثمروا مالا وولدا

وقال النابغة: مهلا فداء لك الأقوام كلهم ... ما أثمروه أمن مال ومن ولد "[36]

(4) بلاغی ابحاث اور ان سے تفسیری نکات کا استنباط:

امام اکثر آیات و الفاظ کے بلاغی پہلو بھی بیان کرتے ہیں۔ اکثر مقامات پر بلاغی نکات تفسیر کشاف سے نقل کرتے ہیں لیکن اس سے کہیں زیادہ اپنی طرف سے مزید اضافہ اور نئے نکات بیان کر دیتے ہیں اور فرضی سوالات قائم کرکے اس کے ضمن میں مزید ابحاث اور استنباطات و لطائف بیان کرتے ہیں۔[37] مثال کے طور پر سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات "الرحمن (1) علم القرآن (2) خلق الإنسان (3) علمه البيان (4) الشمس والقمر بحسبان (5) والنجم والشجر يسجدان (6) والسماء رفعها ووضع الميزان (7) " کی تفسیر میں سول کرتے ہیں کہ یہاں پہلی چار نعمتیں بغیر حرف عطف کے اور آخری چار نعمتیں حرف عطف واو کے ساتھ ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے؟ پھر اس کا بلاغی حسن بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ليكون النوعان على السواء فذكر الثمانية من النعم كتعليم القرآن وخلق الإنسان وغير ذلك أربعا منها بغير واو وأربعا بواو-- ثم في اختيار الثمانية لطيفة، وهي أن السبعة عدد كامل والثمانية هي السبعة مع الزيادة فيكون فيه إشارة إلى أن نعم الله خارجة عن حد التعديد لما أن الزائد على الكمال لا يكون معينا مبينا "[38]-[39]

(5) اسباب نزول:

کسی آیت کا کوئی سبب نزول ہو تو وہ بھی ذکر کرتے ہیں اور اگر ایک سے زائد سبب نزول منقول ہوں تو تمام اقوال نہایت مرتب اور منضبط انداز میں پوری شرح و وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آیت: "كانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا "[40] کے تحت پانچ (5) سبب نزول بیان فرمائے۔[41]

(6) مناسبت/ربط و نظم قرآن:

یہ تفسیر کبیر کی امتیازی خصوصیت ہے۔ امام سے پہلے غالباً کسی نے بھی اتنی تفصیل، جامعیت اور اتنے التزام کے ساتھ قرآن پاک کے آپسی ربط کو بیان نہیں کیا۔ امام اسے قرآن پاک کا بہت بڑا اعجاز سمجھتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اكثر لطائف القران مودوعةفى الترتيبات و الروابط"[42]

نظم و مناسبت کو بیان کرنے کے لئے کبھی "وجه المناسبة هو"، کبھی "وجه النظم هو" اور کبھی "تعلق هذه الاية بما قبله" جیسے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ تفسیر کبیر نظم قرانی کے معاملے میں بھی بعد والے مفسرین نے لئے خضر راہ ثابت ہوئی ہے۔ امام آیات اور سورتوں کے درمیان ربط کو نہایت اہتمام کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اور جہاں کہیں ایک سے زائد ربط ذہن میں آئیں تو تمام کو بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً **سورت بقرہ** کی آیت نمبر 5 کی تفسیر میں ما قبل آیت کے ساتھ 3 ربط بیان کئے ہیں؛ اسی طرح **سورت کوثر کا ما قبل 15 سورتوں اور ما بعد 6 سورتوں** کے ساتھ الگ الگ ربط بیان کیا۔ امام نے اپنی تفسیر میں مندرجہ ذیل ربط بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے:

1. آیت کا اگلی آیت سے ربط
2. سورت کے آغاز کا پچھلی سورت کے اختتام سے ربط

.

3. سورت کے آغاز کا سورت کے اختتام سے ربط

4. قرآن پاک کے آغاز کا قرآن پاک کے اختتام سے ربط

(7) دیگر قراءات کا بیان:

اگر آیت کی ایک سے زائد مشہور قراتیں ہوں تو امام اس کو ذکر کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں اور پھر اس کے مطابق آیت کا مفہوم بھی واضح کرتے ہیں البتہ قرات شاذہ کو ذکر کرنے کا اتنا اہتمام نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر امام سورت انعام کی آیت نمبر 32 کی تفسیر میں لفظ ''أفلا تعقلون '' کی وجوہ قرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' قرأ نافع وابن عامر أفلا تعقلون بالتاء هاهنا وفي سورة الأعراف ويوسف ويس. وقرأ حفص عن عاصم في يس بالياء والباقي بالتاء. وقرأ عاصم في رواية يحيى في يوسف بالتاء والباقي بالياء. وقرأ ابن كثير وأبو عمرو وحمزة والكسائي وعاصم في رواية الأعشى والبرجمي جميع ذلك بالياء. قال الواحدي: من قرأ بالياء معناه: أفلا يعقلون الذين يتقون أن الدار الآخرة خير لهم من هذه الدار؟ فيعملون لما ينالون به الدرجة الرفيعة والنعيم الدائم فلا يفترون في طلب ما يوصل إلى ذلك، ومن قرأ بالتاء، فالمعنى: قل لهم أفلا تعقلون أيها المخاطبون أن ذلك خير؟ والله أعلم. ''[43]

(8) حسن ترتیب:

تفسیر کبیر کا انداز ترتیب نہایت مرتب اور متقدمین سے بالکل جداگانہ ہے۔ امام آیت سے متعلقہ جملہ مباحث، مسائل اور مستنبط فوائد کو اس قدر حسن ترتیب اور خوبی سے ذکر کرتے ہیں کہ طویل ابحاث اور دقیق مسائل کے باوجود بھی اکتاہٹ اور اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ آپ نے تفسیر کبیر میں ایسی ترتیب ایجاد کی اور ایسی ایسی نادر ابحاث ذکر کیں کہ آپ سے پہلے کوئی بھی ان تک رسائی نہ پا سکا۔ ہر نئی بحث کو نئی ہیڈنگ سے شروع کرتے ہیں۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

'' وهو أو لمن اخترع هذا الترتيب في كتبه، وأتى فيها بما لم يسبق إليه. ''[44]

(9) تفہیم معنی کا اسلوب:

امام نے قرآن پاک کی تفہیم کے لئے نئے اسلوب اور انداز کے ساتھ ساتھ درج ذیل امور کا بھی خیال رکھا ہے۔

(10) تفسیر القرآن بالقرآن:

قرآن پاک کی تفسیر و تشریح کا سب سے معتبر ماخذ خود قرآن مجید ہے۔ تفسیر کبیر میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ اگر قرآن پاک کی تفسیر و تشریح قرآن مجید کی ہی کسی ایک آیت یا زیادہ آیات سے ہو رہی ہو تو اسے بھی ذکر کیا جائے۔ مثال کے طور پر آیت: ''قل يا أيها الكافرون ''کی تفسیر میں تقریباً 15 آیات قرآنیہ سے تفسیر بیان فرمائی ہے۔[45]

(11) تفسیر القرآن بالحدیث:

قرآن پاک کے بعد تفسیر قرآن کا دوسرا معتبر ماخذ احادیث ہیں۔ تفسیر کبیر میں جگہ جگہ حدیث کی مشہور اور نادر کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور تفسیر و تفہیم کے لئے احادیث و آثار سے مدد لی گئی ہے۔ حتی کہ مختلف علوم کے ائمہ[46] اور مفسرین میں یا خود مفسرین کے تفسیری اقوال میں اختلاف ہو تو امام بالعموم جس قول کی تائید میں صحیح حدیث موجود ہو اس کو ترجیح دیتے ہی۔ مثال کے طور پر آیت '' فإذا نفخ في الصور ''[47] کی تفسیر میں تین اقوال کو نقل کرنے کے بعد پہلے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

اس کی تائید میں صحیح حدیث موجود ہے۔ لکھتے ہیں:

" والأول أولى للخبر (روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قرن ينفخ فيه)" [48]

البتہ تفسیر کبیر میں اکثر احادیث کی سند بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا اور نہ ہی احادیث و آثار کی تحکیم بیان کی گئی ہے۔ یوں اس کے اندر صحیح، ضعیف، موضوع تمام قسم کی روایات جمع ہو گئی ہیں۔[49]

کیا تفسیر کبیر میں حدیث سے بے اعتنائی برتی گئی ہے؟

بعض لوگ یہ تاثر پیش کرتے ہیں کہ تفسیر کبیر میں علم حدیث سے بے اعتنائی برتی گئی ہے اور اس میں فقط عقلی ابحاث ہیں[50]۔ **راقم کے نزدیک** یہ بات بالکل غلط اور خیانت پر مبنی ہے۔ اس تفسیر کو مطالعہ کرنے والا فرد جانتا ہے کہ تفسیر میں جگہ جگہ احادیث و آثار سے استدلال کیا گیا ہے بلکہ علما و مفسرین تو امام کو "جامع بين المعقول و المنقول" کا لقب دیتے ہیں۔[51] یہ بات ضرور ہے کہ تفسیر کبیر میں کہیں کہیں فقط عقلی دلائل پر انحصار کیا گیا ہے لیکن امام نے اس کی **نہایت معقول وجہ** بیان کی ہے۔ دراصل امام دلائل بیان کرنے میں اعتراض کی نوعیت اور معترض کے مسلمات کا لحاظ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ امام کے نزدیک مسائل تین نوعیت کے ہوتے ہیں:

(1) جو فقط عقل کے ذریعے معلوم ہو سکیں، ان کو وحی کے ذریعے ثابت نہ کیا جا سکے، مثلاً اللہ تعالی موجود ہے، اللہ تعالی نے رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے، قرآن اللہ تعالی کی کتاب ہے وغیرہ۔

(2) جو فقط وحی و روایت کے ذریعے معلوم ہو سکیں، ان کو عقل کے ذریعے جانا نہ جا سکے، مثلاً مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، قیامت کا قائم ہونا، اعمال پر ثواب و گناہ ملنا، پچھلے انبیا کے واقعات، جنت، دوزخ وغیرہ

(3) جو عقلاً بھی معلوم ہو سکیں اور انہیں وحی کے ذریعے بھی جانا جا سکے، مثلاً **رویت باری تعالی** وغیرہ

امام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو پہلی قسم کے مسائل میں نقلی دلائل پیش نہیں کرنے چاہئیں اور اس میں فقط احادیث و آثار ہی شامل نہیں ہیں بلکہ قرآن پاک کی آیت کو بھی پیش کرنا **حماقت** ہے؛ کیونکہ وہ ایسے مسائل ہیں جن کے ثبوت پر نقلی دلائل موقوف ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ "اللہ تعالی موجود ہے اور ہر چیز کا خالق ہے" اس پر قرآن پاک کی ہی آیت پیش کر دینا یا حدیث پیش کر دینا چہ معنی دارد؟ جب معترض اللہ تعالی اور قرآن پاک پر ایمان ہی نہیں رکھتا تو وہ اس دلیل کو تسلیم کیسے کرے گا؟!! پہلے اللہ تعالی کا خالق ہونا ثابت کرنا پڑے گا، پھر انبیاء کی نبوت کا اثبات ہو گا، پھر قران پاک کے اللہ تعالی کی کتاب ہونے پر دلائل دینے ہوں گے۔ جب یہ چیزیں ثابت ہو جائیں گی پھر آیات اور احادیث و آثار سے دلائل دینا فائدہ مند ہو گا۔[52]

اس کے برعکس دوسری قسم کے مسائل میں **آیات و احادیث اور آثار سے دلائل دینا واجب ہے** اور عقلی دلیل دینا حماقت کی دلیل ہے کیونکہ یہ وہ مسائل ہیں جو عقل سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے مسائل میں تفسیر کبیر میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ کئی کئی صفحات پر نقلی دلائل دینے کا اہتمام کیا گیا ہے[53] اور نقلی دلائل کے علاوہ اگر کسی نے کوئی دلیل بیان بھی کی تو اس کا رد کیا ہے۔ مثال کے طور پر **دابۃ الارض** کہاں سے نکلے گا؟ اس کے **متعلق** تین اقوال بیان کئے پھر فیصلہ کن انداز میں فرمایا: " فإن صح الخبر فيه عن الرسول صلى الله عليه وسلم قبل وإلا لم يلتفت إليه[54] "[55]

تیسری قسم کے مسائل میں عقلی دلائل بھی دیئے جا سکتے ہیں اور نقلی دلائل بھی۔ تفسیر کبیر کا منہج یہ ہے کہ اس طرح کے

مسائل میں دونوں طرح کے دلائل ذکر کرتے ہیں لیکن ان میں مسئلے کی نوعیت اور دلیل کی پختگی کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ اگر موقع کا دلیل یقینی کا ہو تو آیات اور احادیث متواترہ نقل کی جاتی ہیں ورنہ احادیث احاد بھی نقل کر دی جاتی ہیں۔

(12) تفسیر القرآن بالآثار:

تفسیر قرآن بالحدیث کی طرح آثار اور اقوال صحابہ کو بھی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے۔

(13) تفسیر القرآن بالعقل:

تفسیر القرآن **بالعقل والاجتھاد** کو اس تفسیر میں خاص اہمیت دی گئی ہے بلکہ تفسیر کبیر کا اکثر حصہ اسی پر مشتمل ہے۔ تفسیر کبیر میں نقلی و سمعی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل کو بیان کرنے کا التزام فرمایا گیا ہے۔ امام کے نزدیک عقلی دلائل وحی اور نقلی دلائل کی تائید کرتے ہیں[56] اور ان سے ایمان میں مزید پختگی و اطمینان نصیب ہوتا ہے[57] بلکہ بعض اوقات عقلی دلائل باقی تمام دلائل سے زیادہ ضروری، مفید اور اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ قرآن پاک اور وحی کی تصدیق بھی عقل پر موقوف ہے۔ جب تک انسان عقل کے ذریعے اللہ تعالی کے وجود کو تسلیم نہیں کرے گا اس وقت تک قرآن و احادیث کے دلائل اس کے ہاں معتبر نہیں ہوں گے۔[58] امام اس آیت: '' تصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والأرض لآيات لقوم يعقلون '' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' دلت هذه الآية على أنه لا بد من الاستدلال على وجود الصانع بالدلائل العقلية وأن التقليد ليس طريقا ألبتة إلى تحصيل هذا الغرض ''[59]

قرآن پاک کی عقلی تفسیر؛ امام کا نقطہ نظر:

"قرآن پاک کی عقلی علوم کے اعتبار سے تفسیر کی جا سکتی ہے یا نہیں؟" یہ ایک معرکۃ الاراء مسئلہ ہے۔ تفسیر کبیر میں غالباً سب سے پہلے علم تفسیر میں ان علوم کو نہایت اہتمام کے ساتھ برتا گیا یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں ہی تفسیر کبیر پر ان اعتراضات کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس حوالے سے **امام کا نقطہ نظر** یہ ہے کہ قرآن پاک کی عقلی اور سائنسی تفسیر کرنا اور ان علوم کے ذریعے قرآن پاک کی حقانیت بیان کرنا بالکل جائز بلکہ شریعت کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ تفسیر کبیر میں امام اس صورت حال کو یوں بیان کرتے ہیں:

'' وربما جاء **بعض الجهال والحمقى** وقال إنك أكثرت في تفسير كتاب الله من عليم الهيئة والنجوم، وذلك على خلاف المعتاد! فيقال لهذا المسكين: إنك لو تأملت في كتاب الله حق التأمل لعرفت فساد ما ذكرته''[60]

ترجمہ: بعض کم علم اور بے وقوف لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے" قرآن پاک" کی تفسیر میں عقلی اور سائنسی علوم مثلاً علم ریاضی، علم فلسفہ، علم ہیئت، علم نجوم (Astrology) وغیرہ سے بھی مدد لی ہے، یہ بات خلاف معتاد اور ناجائز ہے۔ ایسی بات کرنے والے بے چارے کو مجھے جواب دینے کی ضرورت نہیں، اگر وہ خود قرآن پاک میں اچھے طریقے سے غور و فکر کر لے تو اسے خود ہی اپنی کم علمی کا علم ہو جائے گا۔

اس کے بعد تفسیر کبیر میں اس اعتراض کے 4 جوابات دیئے گئے ہیں:

(1) اللہ تعالی نے قرآن مجید کو زمین، آسمان، دن، رات، سورج، چاند، ستاروں کے احوال و کیفیات کے استدلالات سے بھرا ہوا ہے اور ایک بار نہیں بار بار ان چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ اگر ان چیزوں میں غور و فکر کرنا اور ان کی تشریح و تفسیر کرنا درست نہ ہوتا تو قرآن مجید میں اتنے اہتمام سے ان چیزوں کو ذکر کیوں فرمایا جاتا؟!!

(2) قرآن مجید میں ہے: ''اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ

فُرُوْجٍ'' [61] (تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں کہیں رخنہ نہیں۔) اور علم ہیئت (Astrology) "کیسا بنایا" کے علاوہ کس چیز کا نام ہے؟

(3) اللہ تعالی زمین و آسمان میں تفکر کرنے والوں کی تعریف فرمائی۔ ارشاد باری تعالی ہے: '' وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ''[62] (اور آسمان اور زمین کی پیدائش کے بارے میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تونے یہ بے کار نہ بنایا۔) اگر یہ شجر ممنوعہ ہوتا تو خود خالق کائنات مدح کیوں فرماتے؟

(4) ارشاد ربانی ہے: ''وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ''[63](اور خود تمہارے اپنے آپ میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں) جب اللہ تعالی نے علم طبعیات (Medical Science) کے حصول کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے، تو علم ہئیت و نجوم (Astrology) تو اس سے زیادہ اہمیت و شان کا حامل ہے، اس کے ذریعے تفسیر کرنا ناپسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ '' [64] (بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔)

(14) اسرائیلیات کا بیان:

تفسیر کبیر میں **اسرائیلیات** پر زیادہ اعتماد نہیں کیا گیا۔ تفسیر کبیر میں '' وتحسبهم أيقاظا وهم رقود '' کی تفسیر میں ما قبل مفسرین کی آرا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ نامعلوم اللہ تعالی نے کس معنی میں فرمایا کہ آپ ان کو جاگتے ہوئے گمان کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہیں۔ اور یہ بات نہ تو عقل سے معلوم ہو سکتی ہے، نہ ہی قرآن پاک میں واضح طور پر یہ بات بیان ہوئی اور نہ ہی کسی حدیث صحیح میں اس کی کوئی تفصیل بیان کی گئی تو ہم اپنے طور پر اس کی تفسیر نہیں کریں گے۔ لکھتے ہیں:

'' أقول هذه التقديرات لا سبيل للعقل إليها، ولفظ القرآن لا يدل عليه، وما جاء فيه خبر صحيح فكيف يعرف؟ ''[65]

کیا تفسیر کبیر میں غیر ضروری ابحاث ہیں؟

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے تفسیر کبیر میں غیر ضروری ابحاث ہیں[66] حالانکہ امام کا ما قبل جملہ پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ امام خود اس بات کے سخت خلاف تھے۔ امام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تفسیر میں فقط انہی مسائل کو جگہ دی جائے جن کا قرآن پاک کے ساتھ واضح تعلق ہو۔ اسی طرح اس آیت: '' وإذ استسقى موسى لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر '' کی تفسیر میں حضرت موسی علیہ السلام کے عصا کے متعلق مختلف اسرائیلی روایات بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

'' واعلم أن السكوت عن أمثال هذه المباحث واجب لأنه ليس فيها نص متواتر قاطع ولا يتعلق بها عمل حتى يكتفي فيها بالظن المستفاد من أخبار الآحاد فالأولى تركها. ''[67]

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تفسیر کبیر کی تمام ابحاث امام کے نزدیک قرآن پاک کی تفسیر سے براہ راست متعلق ہیں۔

(15) فقہی ابحاث:

آیات احکام میں امام فقہی ابحاث کو نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔ امام اولاً امام شافعی کا موَقف ذکر کرتے ہیں، پھر اگر کسی دوسرے فقیہ کی رائے امام شافعی کے مخالف ہو تو ان کی رائے اور دلیل ذکر کرتے ہیں اور آخر میں امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل ذکر فرما کر اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔[68]

مثال کے طور پر سورت المائدہ کی آیت: ''یاأیها الذین آمنوا إذا قمتم إلی الصلاة فاغسلوا وجوهکم وأیدیکم إلی المرافق'' کی تفسیر میں امام نے وضو کے متعلق تقریباً 40 مسائل ذکر فرمائے ہیں اور تقریباً ہر مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے کو ترجیح دی ہے اور اس کی دلیل ذکر فرمائی ہے۔

(16) اصولی ابحاث:

تفسیر کبیر اصولی ابحاث سے بھری پڑی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ جہاں کہیں بھی ایسی آیات آئیں جس سے اصول کا استنباط ہوتا تھا، امام نے اس کو ضرور بیان کیا ہے یا کم از کم اس کی طرف اشارہ ضرور کیا ہے۔ مثال کے طور پر آیت: '' فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا في الدین ولینذروا قومهم إذا رجعوا إلیهم لعلهم یحذرون '' کے تحت امام لکھتے ہیں:

'' هذه الآیة حجة قویة لمن یری **أن خبر الواحد حجة**، أن کل ثلاثة، فرقة. وقد أوجب الله تعالی أن یخرج من کل فرقة طائفة، والخارج من الثلاثة یکون اثنین أو واحدا فوجب أن یکون الطائفة إما اثنین وإما واحدا ذلك یقتضي أن یکون خبر الواحد أو الاثنین حجة في الشرع''[69]

(17) فلسفیانہ و کلامی ابحاث:

تفسیر کبیر میں کئی مقامات پر کلامی اور فلسفیانہ ابحاث کی گئی ہیں۔ یہ ابحاث زیادہ تر ملاحدہ، معتزلہ اور کرامیہ کے رد میں کی گئی ہیں۔ اس کے اہم موضوعات جبر و قدر کا مسئلہ، قرآن پاک کا مخلوق نہ ہوتا، اللہ تعالی کی رؤیت کا عقلا ممکن ہونا، اللہ تعالی کا تشبیہ و تجسیم سے پاک ہونا وغیرہ ہیں۔ ان ابحاث میں زیادہ تر عقلی منہج کو اختیار کیا گیا ہے البتہ کہیں کہیں مخالف کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآنی آیات اور احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

(18) جدید علوم فنون سے تفسیری مفاہیم کا استنباط:

تفسیر کبیر کا ایک منفرد اسلوب یہ ہے کہ اس میں اپنے دور کے جدید علوم مثلاً فلسفہ، حکمت، طب، فلکیات وغیرہ کو قرآن پاک کی تفسیر کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور اس کے ذریعے سے نئے دلائل واصول مستنبط کئے گئے ہیں۔

تفسیر کبیر میں یہ ثابت کیا کہ قرآنی تعلیمات و نصوص عقل و فلسفہ کے خلاف نہیں بلکہ یہ اپنے پہلو میں ایسے گہرے فکری اور فلسفیانہ مباحث لیے ہوئے ہیں کہ اگر اجتہادی ذوق و بصیرت اپناتے ہوئے ان کی وضاحت کی جائے تو ہر دور کے تعقل پسند انسان کی فکری تشنگی کی سیرابی بھرپور طریقے سے ہو سکتی ہے۔

(19) مخالفین کے دلائل اور ان کا رد:

تفسیر کبیر میں مخالفین کے دلائل بھی مکمل تفصیل کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں اور ان کے جوابات بھی مکمل شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ امام کوئی بھی ایسی آیت جس سے مخالفین نے عقلی یا نقلی اعتراض کیا ہو، اس کو رد کئے بغیر آگے نہیں بڑھتے۔ تفسیر کا یہ اسلوب تقریباً ہر آیت میں نظر آتا ہے۔

کیاامام خود تشکیک کا شکار تھے؟

مخالفین کے دلائل کے بیان میں تفسیر کبیر کے متعلق ایک بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام مخالفین کے اعتراض اور ان کے دلائل تو نہایت شرح و بسط کے ساتھ ذکر کرتے ہیں لیکن اس کے بعد جب اپنے جواب کی باری آتی ہے تو ایک آدھ لائن میں مختصراً اپنا جواب دے کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ امام خود تشکیک کا شکار تھے اور ان کے پاس اپنے موقف پر کافی اور ٹھوس دلائل نہیں تھے۔ لسان المیزان میں ہے:

"كان يعاب بإيراد الشبه الشديدة ويقصر في حلها حتى قال بعض المغاربة يورد الشبه نقد ويحلها نسيئة"[70]

ایک اور جگہ اس اعتراض کو یوں بیان کیا گیا ہے:

" يورد شبه المخالفين في المذهب والدين على غاية ما يكون من التحقيق ثم يورد مذهب أهل السنة والحق على غاية من الوهاء -- لعل سببه أنه كان يستفرغ اقوالا في تقرير دليل الخصم فإذا انتهى إلى تقرير دليل نفسه لا يبقى عنده شيء من القوى ولا شك أن القوى النفسانية تابعه للقوى البدنية وقد صرح في مقدمة نهاية العقول أنه مقرر مذهب خصمه تقرير الوارد خصمه أن تقريره لم يقدر على الزيادة على ذلك "[71]

تجزیہ:

تفسیر کبیر اور امام کی دوسری کتب کی روشنی میں **راقم یہ سمجھتا ہے** کہ علمی دنیا میں اس اعتراض کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ مقالہ نگار کی نظر میں اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1. اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امام مخالفین کے اعتراضات کو ذکر کرنے کے بعد اصول ذکر کر دیتے ہیں جس سے مخالفین کے سارے دلائل ہوا ہو جاتے ہیں اور یہ جواب دینے کا ایک بہترین اسلوب ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ امام دلائل نہیں دیتے جبکہ وہ کم الفاظ میں ایسا اصول ذکر کر دیتے ہیں جس سے مخالفین کے دلائل کی عمارت زمین بوس جاتی ہے اور زیادہ کلام کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ بلکہ ایسے موقع پر کلام بے جا طوالت محسوس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سورت الفلق کے شان نزول کے غلط ہونے کے متعلق تقریباً 8 لائنوں میں معتزلہ کے چار دلائل اور دو قرآنی آیات ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "**یہ واقعہ جمہور اہل نقل کے ہاں ثابت ہے۔**" یہ ایک اصول ہے کہ جمہور اہل نقل کسی واقعے کو روایت کریں تو اب اس پر **قیل و قال** کی گنجائش نہیں رہتی۔[72]
2. اصل اجتہادی و علمی کام یہ ہوتا ہے کہ اس دلیل کو بر محل پیش کیا جائے اور اسے منطبق کیا جائے۔ انطباق کے بعد ہر بار وضاحت کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً یہ کہہ دینا کہ "یہ ظلم ہے اور ظلم کرنا منع ہے" کافی ہے، ہر بار ظلم کی مذمت پر آیات و احادیث دینا ضروری نہیں ہوتا۔
3. عام فہم سی بات ہے ایک بندہ جو کئی جگہ اپنے مخالف کی تعریف بھی کرتا ہے[73] اور اگر اس کا مؤقف درست ہو تو اپنانے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا، ایسا بندہ اگر اپنے مؤقف میں تشکیک کا شکار ہو اور مخالفین کے دلائل کا جواب نہ جانتا ہو تو کیا وہ ظاہر کرتا ہے کہ میرا مؤقف اس کے خلاف ہے؟! پھر اگر اپنا مؤقف ظاہر کر دیتا ہے تو کیا مخالف کے دلائل اتنی شرح و بسط کے

ساتھ ذکر کرتا ہے؟! ان باتوں کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ دوسرے کے دلائل کو شرح و بسط سے ذکر کرنے والا شخص تشکیک کا شکار نہیں بلکہ وہ اپنی مختصر وضاحت کو مخالف کے تمام دلائل کے مقابلے میں کافی تصور کرتا ہے۔

4. بعض اوقات اجمال کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ امام اس بات کو تفصیل کے ساتھ پہلے کسی مقام پر بیان کر چکے ہوتے ہیں اور دوبارہ مکمل تفصیل ذکر کرنا طوالت کا باعث بنتا ہے لہٰذا امام اس کی طرف فقط اشارہ کر دیتے ہیں۔[74]

5. بعض اوقات قاری کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے دلائل کے ماخذ سنتا رہتا ہے اس لئے ان سے واقفیت ہوتی ہے اور ان کی طرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں فلاں اصول یوں ہمارا مؤقف ثابت کر رہا ہے جبکہ مخالف کے اصول و دلائل معلوم نہیں ہوتے اس لئے ان کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے۔

6. یہ اعتراض دراصل معترضین کی کم علمی پر دلالت کر رہا ہے۔ دراصل انہیں معلوم نہیں ہو پاتا کہ امام نے مختصر الفاظ میں کتنی گہری بات کہہ دی۔ اس اعتراض کو زیادہ ہوا مستشرکین نے دی، لیکن اس کی وجہ یہی تھی کہ انہیں اسلامی دلائل و ماخذ کا پہلے سے علم نہیں تھا، جو مؤقف امام نے تفصیل سے بیان کیا وہ تو سمجھ گئے لیکن جو مؤقف اختصاراً بیان کیا وہ سمجھ نہ سکے اور یہ اعتراض کر دیا کہ امام سے جواب نہیں بن پڑا۔

7. مخالف کے مؤقف اور دلائل کی وضاحت اس لئے ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میرا مؤقف صحیح سے پیش نہیں کیا گیا جبکہ اپنے مؤقف اور دلیل کی وضاحت میں انسان آزاد ہوتا ہے۔ امام نہایۃ العقول کے مقدمے میں لکھتے ہیں: " أنی مقرر مذهب خصمه تقرير الوارد خصمه أن تقريره لم يقدر على الزيادة على ذلك "[75]

8. بعض اوقات امام یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ تمہارے دلائل کو مسجع و مقفع اور الفاظ کی ضرورت ہے جبکہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے رد کے لئے ہمارے چند الفاظ ہی کافی ہیں، ان کی تو اتنی وقعت بھی نہیں کہ ہمیں کثرت الفاظ کا تکلف کرنا پڑے۔

(20) معاملہ نسخ میں احتیاط:

نسخ کے معاملے میں امام نے تفسیر کبیر میں **متاخرین کی رائے** کو اپنایا ہے[76]۔ آپ آیت کی تفسیر میں نہ صرف منسوخ آیت کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ اس کے متعلق ما قبل مفسرین کی تفصیلی آرا بھی ذکر کرتے ہیں[77]۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اکثر نسخ کے معاملے میں احتیاط سے کام لیتے ہوئے اس آیت کے منسوخ نہ ہونے کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں اور پھر اس کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورت الانعام کی 91 نمبر آیت: " ثم ذرهم في خوضهم يلعبون " کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت "آیت جہاد" سے منسوخ ہے۔ اس کے بعد اس رائے کی نفی کرتے ہوئے اور عدم منسوخیت پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وهذا بعيد لأن قوله ثم ذرهم في خوضهم يلعبون مذكور لأجل التهديد، وذلك لا ينافي حصول المقاتلة، فلم يكن ورود الآية/ الدالة على وجوب المقاتلة، **رافعا لشيء من مدلولات هذه الآية، فلم يحصل النسخ فيه.** والله أعلم "[78]

(21) متقدمین کی کتب کا احاطہ:

تفسیر کبیر کی ایک خوبصورتی یہ ہے کہ اس میں متقدمین کی اکثر تفسیری کتب کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ امام جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں، اس کے متعلق جس قدر مباحث پہلے ہو چکے ہوتے ہیں ان سب کا استقصاء کر دیتے ہیں اور ان کے بیان کرنے میں ایسی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے جس سے یہ تفسیر ما قبل تفاسیر سے زیادہ وقیع، پر کشش اور سہل ہو گی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کو بہت قبولیت حاصل

ہوئی اور بہت جلد یہ اسلامی ممالک میں پھیل گئی حتی کہ لوگ متقدمین کی کتب چھوڑ کر اس میں منہمک ہو گئے ہیں۔ ابن خلکان لکھتے ہیں: '' وكل كتبه ممتعة، وانتشرت تصانيفه في البلاد ورزق فيها سعادة عظيمة فإن الناس اشتغلوا بها ورفضوا كتب المتقدمين ''[79]

(22) سورت کے مکی یا مدنی ہونے کا بیان:

سورت کے آغاز میں اس کے مکی یا مدنی ہونے کی وضاحت کرتے ہیں۔ اگر چند آیات مکی اور چند آیات مدنی ہوں یا کسی آیت میں اختلاف ہو تو اسے بھی ذکر کرتے ہیں۔[80]

(23) سورت کے دیگر ناموں کا تذکرہ:

امام فرماتے ہیں: '' اعلم أن كثرة الألقاب تدل على مزيد الفضيلة، والعرف يشهد لما ذكرناه ''[81] یعنی کثرت القاب، کثرت فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ اسی قاعدے کے پیش نظر اگر سورت کے ایک سے زائد نام ہوں تو امام تمام نام بھی ذکر کرتے ہیں اور اکثر اوقات ساتھ ہی اس نام کی وجہ تسمیہ بھی ذکر فرماتے ہیں۔[82] مثال کے طور پر سورت فاتحہ کے آغاز میں اس کے مزید 12 نام بیان کئے اور ساتھ ہی وجہ تسمیہ بھی بیان فرمائی۔

(24) سورت سے متعلقہ فضائل کو ذکر کرنا:

بعض اوقات اگر کسی سورت کے کوئی خاص فضائل منقول ہوں تو وہ بھی بیان کرتے ہیں۔[83] مثال کے طور پر سورت اخلاص کے آغاز میں اس کی فضیلت پر مبنی 8 احادیث ذکر فرمائیں۔[84]

(25) حروف مقطعات کی وضاحت:

تفسیر کبیر میں قرآن پاک کی بعض سورتیں جن کی ابتداء حروف مقطعات سے ہوتی ہے، ان کی تشریح و توضیح کے متعلق مختلف مفسرین کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اور ان کی مراد کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے البتہ کسی معنی پر جزم نہیں کیا گیا۔[85]

(26) فرضی سوالات اور ان کے جوابات:

تفسیر کبیر کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ امام نے "**علم التفسیر**" میں خود فرضی سوالات قائم کر کے ان کے جوابات بیان کرنے کا طریقہ کار رائج کیا۔ تفسیر کبیر میں بلا مبالغہ ہزاروں فرضی سوالات اور ان کے جوابات بمع دلائل موجود ہیں۔ پہلے ایک تفسیری پہلو بیان کیا جاتا ہے پھر اس کے تمام ممکنہ اعتراضات کو لکھا جاتا ہے اور اعتراضات کے دلائل بھی خود ہی بیان کئے جاتے ہیں، پھر ان کا جواب دیا جاتا ہے اور دلائل ذکر کئے جاتے ہیں، پھر ما قبل دلائل کی کمزوری کو واضح کیا جاتا ہے۔ اس سے ایک تو بات واضح ہو جاتی ہے اور سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اس تفسیر کی پختگی اور حقانیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

(27) اسرار احکام:

قرآنی آیات اور اسلامی احکام کے اسرار اور حکمتوں پر بھی کافی وشافی کلام کرتے ہیں۔ بعض اوقات سورت کے آغاز میں ہی ان اسرار کو بیان کر دیتے ہیں۔[86]

.

(28) صوفیانہ اشارات:

امام اپنی زندگی میں ہی ایک صوفی کے طور پر مشہور ہو گئے تھے۔ آپ کے حلقہ وعظ میں بہت سے افراد کی ہچکی بندھ جاتی اور بعض افراد کو وجد طاری ہو جاتا۔ وفیات الاعیان میں ہے:

" كان له في الوعظ اليد البيضاء، ويعظ باللسانين العربي والعجمي، وكان يلحقه الوجد في حال الوعظ ويكثر البكاء "[87]

یہی صوفیانہ رنگ آپ کی تفسیر میں بھی جھلکتا ہے۔ آپ احکام بیان کرنے سے ساتھ ساتھ لطائف و اشارات اور اسرار و رحکم بھی بیان فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر تفسیر کے آغاز میں تعوذ کی تفسیر فرمانے کے بعد لطائف بیان کرنے کا آغاز کیا اور اس کی تفسیر میں مفصلاً **29 صوفیانہ لطائف و اشارات** ذکر فرمائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

---

[1] : کتب تفسیر، کتب اصول شافعیہ اور کتب عقائد اشعریہ میں جب بھی مطلق لفظ " **امام** " آئے تو وہاں امام رازی ہی مراد ہوتے ہیں۔ **اس مقالہ میں بھی لفظ "امام" سے آپ ہی مراد ہیں۔**

[2] : سبکی، عبدالوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیہ الکبری، دار الھجر للطباعۃ والنشر، بیروت (جلد:8، صفحہ:81)

[3] : علماء ہرات (افغانستان کا ایک شہر) آپ کو اس لقب سے یاد کرتے تھے۔ دیکھیے: ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دار صادر، بیروت (جلد:4، صفحہ:250)

[4] : ابن الشھبہ، ابو بکر بن احمد، طبقات الشافعیہ، عالم الکتب، بیروت (جلد:2، صفحہ:65)

[5] : ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنھایہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت (جلد:9، صفحہ:136)

[6] : ابن اثیر، علی بن محمد بن عبدالکریم، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب الاسلامی، بیروت (جلد:5، صفحہ:281)

[7] : نظام، نیشاپوری، حسن بن محمد، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دار الکتب العمیہ، بیروت (جلد:1، صفحہ:6)

[8] : ابن الشھبہ، ابو بکر بن احمد، طبقات الشافعیہ (جلد:2، صفحہ:65)

[9] : "رازی" ایران کے مشہور تاریخی شہر " رئے " کی طرف خلاف قیاس نسبت ہے۔ "الرازی" **دس سے زائد** شخصیات کا لقب ہے البتہ جب مطلقا "الرازی" بولا جائے تو "امام فخر الدین الرازی" ہی مراد ہوتے ہیں۔

[10] : بعض مصنفین مثلاً امام دسوقی، احمد امین، سامی الکیالی وغیرہ نے امام کو فارسی النسل لکھا ہے۔ جبکہ درست یہ ہے کہ امام عربی النسل تھے۔

[11] : ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنھایہ (جلد:9، صفحہ:136)

[12] : المصدر السابق

[13] : امام کے والد نامور خطیب تھے۔ اس مناسبت سے آپ کی یہ کنیت مشہور ہے۔

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنھایہ (جلد:9، صفحہ:136)؛ ابن اثیر، علی بن محمد بن عبدالکریم، الکامل فی التاریخ (جلد:5، صفحہ:281)

[14] : ابن اثیر، علی بن محمد بن عبدالکریم، الکامل فی التاریخ (جلد:5، صفحہ:281)

[15] : ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنھایہ (جلد:9، صفحہ:136)

[16] : صالح الزرکان، فخر الدین الرازی وآراءہ الکلامیہ والفلسفیۃ، دار الفکر، بیروت (صفحہ:5)

[17] : ابن الشھبہ، ابو بکر بن احمد، طبقات الشافعیہ (جلد:2، صفحہ:65)

[18] : المصدر السابق

[19] : بعض کے نزدیک تاریخ ولادت 15 رمضان ہے۔

[20] : اشعری علم الکلام پر ان کی 2 جلدوں میں مستقل تصنیف "غایۃ المرام فی علم الکلام" ہے۔ دیکھیے: سبکی، عبدالوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیہ الکبری (جلد:3، صفحہ:159)

[21] : آپ بہت فصیح اللسان تھے۔ امام سبکی لکھتے ہیں کہ ان کی کتب الفاظ کے چناؤ، نظم و ترتیب، انداز بیان اور تاثیر میں مقامات حریری کے معیار کی ہیں۔ دیکھئے: سبکی، عبدالوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیہ الکبری (جلد:7، صفحہ: 242)

[22] : عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، لسان المیزان، موسوعہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت (جلد:23، صفحہ:4)

[23] : ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان (جلد:4، صفحہ:250)

[24] : المصدر السابق (صفحہ:251)

[25] : مثال کے لئے امام کی کتاب "الاربعین فی العقائد" کی آخری سطور دیکھئے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

[26] دیکھیے: امام، رازی، محمد بن عمر، التفسیر الکبیر، المطبعة البہیۃ المصریہ، مصر (جلد: 1، صفحہ: ھ، و)؛ العلوانی، طہ جابر، امام فخر الدین رازی و مصنفاتہ، دار السلام، قاہرہ، مصر (صفحہ: 131-142)

[27] ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان (جلد: 4، صفحہ: 250)

[28] سبکی، عبدالوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیہ الکبری (جلد: 8، صفحہ: 81-82)

[29] مختلف مصنفین نے اپنی کتاب کا نام "مفاتیح الغیب" رکھا ہے۔ چند مشہور یہ ہیں: (1) امام رازی: 32 اجزاء پر مشتمل تفسیر کا نام مفاتیح الغیب ہے۔ (2) محی الدین ابن العربی: علم غیب اور تصوف کی مباحث پر مشتمل ایک رسالہ (3) جلال الدین السیوطی: سورت الاعلی سے لے کر سورت الناس تک ایک جلد میں تفسیر۔ البتہ یہ نام امام رازی کی تفسیر کے لئے زیادہ مشہور ہے۔ دیکھیے: حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبداللہ، کشف الظنون (جلد: 2، صفحہ: 1756)

[30] المصدر السابق

[31] امام، رازی، محمد بن عمر، التفسیر الکبیر (جلد: 1، صفحہ: 5)

[32] القرآن، سورت: الکھف، آیت: 34

[33] امام، رازی، محمد بن عمر، التفسیر الکبیر (جلد: 21، صفحہ: 643)

[34] المصدر السابق: (جلد: 6، صفحہ: 435)

[35] المصدر السابق

[36] المصدر السابق

[37] مثال کے طور پر مذکورہ بالا سورۃ الرحمن کی ابتدائی آیات پر تفسیر کشاف میں فقط "ایک لائن" میں بلاغی حسن کو بیان کیا گیا ہے لیکن تفسیر کبیر میں تقریباً ایک صفحے میں بلاغی نکات، اس کے متعلق چار فرضی سوالات کے تفصیلی جوابات اور مزید لطائف و استنباطات بیان کئے گئے ہیں۔
دیکھیے: الکشاف، الزمخشری، جار اللہ، تفسیر الکشاف، دار احیاء التراث العربی، بیروت (جلد: 4، صفحہ: 443)
امام، رازی، محمد بن ضیاء الدین عمر، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب (جلد: 29، صفحہ: 341-342)

[38] المصدر السابق: (جلد: 29، صفحہ: 340)

[39] مزید دیکھیے: المصدر السابق: (جلد: 21، صفحہ: 498) (جلد: 21، صفحہ: 500)

[40] البقرۃ (آیت: 89)

[41] امام، رازی، محمد بن ضیاء الدین عمر، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب (جلد: 3، صفحہ: 599)

[42] المصدر السابق: (جلد: 10، صفحہ: 110)

[43] المصدر السابق: (جلد: 12، صفحہ: 517)

[44] ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان (جلد: 4، صفحہ: 249)

[45] امام، رازی، محمد بن ضیاء الدین عمر، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب (جلد: 32، صفحہ: 323)

[46] اس کی ایک مثال ہیڈنگ "لغت اور آثار میں اختلاف کی صورت میں ترجیح" کے تحت گزر چکی ہے۔

[47] القرآن، سورت: المومنون، آیت: 101

[48] امام، رازی، محمد بن ضیاء الدین عمر، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب (جلد: 23، صفحہ: 294)

[49] بطور مثال دیکھیے: المصدر السابق (جلد: 1، صفحہ: 156)

[50] بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا: "مؤلف وے از علوم حدیث بے خراست"

[51] نظام، نیشاپوری، حسن بن محمد، غرائب القرآن و رغائب الفرقان، دار الکتب العمیہ، بیروت (جلد: 1، صفحہ: 6)

[52] المصدر السابق: (جلد: 27، صفحہ: 584)

[53] مثال کے طور پر سابقہ انبیا کے احوال کے متعلق آیات کی تفسیر دیکھی جاسکتی ہے۔

[54] حیرت ہے اس کے باوجود بھی نقلی دلائل پر عدم اعتماد کا الزام لگایا جاتا ہے!!

[55] المصدر السابق: (جلد: 24، صفحہ: 572)

[56] تفسیر کبیر میں ہے: " الشمس والقمر إشارة إلى دليل عقلي مؤكد السمعي " اللہ تعالی کا سورج و چاند کا ذکر فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دلیل عقلی دلیل سمعی کی تائید و تاکید کرتی ہے۔ دیکھیے: امام، رازی، محمد بن ضیاء الدین عمر، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب (جلد: 29، صفحہ: 340)

[57] تفصیل کے لئے دیکھیے: المصدر السابق: (جلد: 14، صفحہ: 274)

[58] المصدر السابق (جلد: 5، صفحہ: 176)

[59] المصدر السابق (جلد: 4، صفحہ: 153)

·

[60] :المصدر السابق:(جلد:14،صفحہ:274)

[61] :القرآن،سورۃ:ق،آیت:6

[62] :القرآن،سورۃ:آل عمران،آیت:191

[63] :القرآن،سورۃ:الزاریات،آیت:21

[64] :القرآن،سورۃ:المومن،آیت:57

[65] :امام،رازی،محمد بن ضیاءالدین عمر،التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب(جلد:21،صفحہ:444)

[66] : حتی کہ بعض لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا:"فیہ کل شیئ الا التفسیر" اس جملے کے خلاف واقعہ ہونے کے کے متعلق مزید تفصیل علامہ صفدی کی "الوافی بالوفیات" دیکھیں۔

[67] :امام،رازی،محمد بن ضیاءالدین عمر،التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب (جلد:3،صفحہ:528)

[68] :المصدر السابق:(جلد:11،صفحہ:301)

[69] :المصدر السابق:(جلد:16،صفحہ:172)

[70] : یہ اعتراض موجودہ ماخذ کے مطابق علامہ ابن حجر نے ہی سب سے پہلے منقول کیا ہے لیکن انہوں نے یہ وضاحت نہیں کہ وہ بعض مغاربہ کون ہیں جن کا یہ اعتراض ہے۔
عسقلانی،احمد بن علی بن حجر،لسان المیزان(جلد:23،صفحہ:6)

[71] :المصدر السابق(صفحہ:7)

[72] : یہاں اس آدھی لائن میں ایسا کافی وشافی جواب دیا گیا کہ اگر اور بھی کئی دلائل لے آئیں تو قابل قبول نہیں ہوں گے۔امام کا یہی اسلوب ہے۔

[73] : بطور مثال سورت البینہ کی پہلی آیت کی تفسیر دیکھیے۔امام صاحب کشاف کے سخت خلاف ہونے کے باوجود کہتے ہیں:"اس سوال کا سب سے اچھا جواب صاحب کشاف نے دیا۔" اسی طرح نظم قرآن اور بلاغت قرآن کے متعلق کئی مرتبہ اپنے مخالفین کی آرا کو نقل کر کے ان کی تحسین کرتے ہیں۔

[74] : دیکھیے:امام،رازی،تفسیر کبیر،(سورت:الفلق،آیت:1)

[75] : عسقلانی،احمد بن علی بن حجر،لسان المیزان(جلد:23،صفحہ:7)

[76] :بطور مثال دیکھیے:امام،رازی،محمد بن ضیاءالدین عمر،التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب(جلد:13،صفحہ:64)

[77] : دیکھیے:المصدر السابق(جلد:11،صفحہ:281)

[78] :المصدر السابق(جلد:10،صفحہ:64)

[79] :ابن خلکان،احمد بن محمد،وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان(جلد:4،صفحہ:249)

[80] :المصدر السابق(جلد:12،صفحہ:471)

[81] :المصدر السابق:(جلد:32،صفحہ:357)

[82] :بطور مثال دیکھیے:المصدر السابق(جلد:1،صفحہ:156)؛مزید دیکھیے:المصدر السابق:(جلد:15،صفحہ:521)

[83] دیکھیے:المصدر السابق:(جلد:1،صفحہ:159)

[84] :المصدر السابق:(جلد:32،صفحہ:356)

[85] :مثال کے لئے سورت البقرۃ کی پہلی آیت کی تفسیر دیکھیے۔

[86] : دیکھیے:المصدر السابق:(جلد:1،صفحہ:161)

[87] :ابن خلکان،احمد بن محمد،وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان(جلد:4،صفحہ:249)